Al-Qawārīr- Vol: 01, Issue: 04, Sep-2020

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
www.al-qawarir.com

سیرت طیبہ اور وراثت میں خواتین کا حصہ؛ ایک تجزیاتی مطالعہ

Women's share in inheritance and Seerat-e-Tayyaba (An Analytical Study)

Dr. Abdul Ghaffar*
Incharge/Assistant Professor: Department of Islamic Studies, University of Okara, Okara
Hafiz Intizar Ahmad*
Ph.D Scholar, Dept. of Islamic Studies, University of Okara, Okara.

Version of Record
Received: 02-Nov-19 **Accepted**: 10-Nov-19
Online/Print: 14-Aug-20

ABSTRACT

There is a misconception that Islam believes in gender discrimination because daughter was given half of the part as compare to the son in inheritance. But it is the only case while there are no of cases where a female was given the equal, more than a male part or in some cases a female was given the part and male was deprived. In this paper we try to highlight the no of cases with example to refute gender discrimination in Islam. While for the case where a female was given the half a series of logical arguments regarding the responsibilities of male because why he was receiving the double are discussed.

Keywords*: Inheritance, women rights, gender discrimination, Islamic Law.*

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں مرد اور عورت کی وراثت کے حصے باقاعدہ متعین کر دیئے گئے ہیں جس کے مطابق ایک اصول یہ ہے کہ ترکہ میں مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے ظاہر بین حضرات اور مساوات مرد وزن کے علمبردار وراثت کے اسی کلیہ کے پیش نظر اعتراض کرتے ہیں کہ اس معاملہ میں مرد اور عورت کے درمیان امتیاز کیا گیا ہے اور مرد کو عورت سے دوگنا دے کر عورت کی پوزیشن کو عملاً کمزور رکھا گیا ہے۔ لیکن یہ ایک بے بنیاد اعتراض ہے جو اسلام کے قانون وراثت کی حکمت و مصلحت سے ناواقفیت کی بناء پر کیا جاتا ہے اگر عہد نبوی ﷺ کے خاندانی نظام پر ایک نظر ڈالی جائے تو یہ اعتراض بالکل ختم ہو کر رہ جاتا ہے لہذا اس قانون وراثت کی حکمت و

مصلحت کو سمجھنا ضروری ہے۔ مقالہ ہذا میں اس اعتراض کو رفع کرنے کے لیے خصوصی طور پر ایسے مقامات کا تجزیہ کیا جائے گا جہاں پر عورت و مرد میں وراثت میں فرق نہیں ہے۔

مثال نمبر1۔ میت کی اولاد بھی ہے اور بوڑھے ماں باپ بھی تو اس صورت میں ماں اور باپ دونوں کا حصہ وراثت میں برابر ہو گا۔

مثال نمبر2۔ اس طرح اخیافی بہن بھائی ان میں میں اسلام نے مرد و عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا۔

وہ مقامات جن میں عورتوں کا حصہ زیادہ ہوتا ہے۔

مثال نمبر3۔ میت کے وارث ایک بیٹی اور دو بھائی ہیں تو ایک بیٹی جائیداد کا 2 / 1 لے گی اور باقی نصف دونوں بھائیوں میں مساوی تقسیم ہو گا۔ یہاں بھائی کے مقابلہ میں بیٹی زیادہ وصول کر رہی ہے۔ کیونکہ وراثت میں قریب کے رشتہ داروں کا حق زیادہ ہے۔

اسلام انسان کے لئے مکمل ضابطہ حیات ہے، اسلام کی بہت سی خصوصیات ہیں، انہی میں یہ خصوصیت بھی ہے کہ اسلام نے انسان کے لئے بہترین اقتصادی نظام دیا ہے، جو کئی امور پر مشتمل ہے جن میں تقسیم میراث کا نظام بھی ایک اہم مسئلہ ہے۔ اسلام نے بہت سارے امور کی رعایت کرتے ہوئے اس کا نظام بنایا ہے، جس میں مرد کے ساتھ ساتھ عورت کو بھی میراث کا حقدار بنایا گیا ہے۔ اسلام پر روز اول سے ہی اس کے دشمن مختلف حربوں سے حملہ کرتے رہے ہیں، لہذا انہوں نے اسلام کے نظام میراث کو بھی نشانہ بنانے کی ناکام کوشش کی ہے وہ اس طرح سے کہ لوگوں کو دین اسلام سے متنفر کرنے کے لئے یہ پروپیگنڈہ کیا کہ اسلام نے تقسیم میراث میں عورت پر ظلم کیا ہے کیوں کہ اسے مرد کے مقابلے میں صرف نصف کا حقدار ٹھہرایا ہے۔ حالانکہ علم میراث پر نظر رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ عورت کبھی مرد کے برابر اور کبھی اس سے بھی زیادہ حصہ کی حقدار ہوتی ہے، اور کچھ حالات میں تو عورت حصہ پاتی ہے مگر مرد کو کچھ بھی نہیں ملتا ہے، جب کہ عورت صرف چار حالات میں مرد سے کم حصہ کی حقدار ہوتی ہے، لہذا دشمنان اسلام کا ایسا پروپیگنڈہ کرنا قطعا صحیح نہ ہو گا۔

ذیل میں ان امور پر روشنی ڈال کر انہیں واضح کیا جائے گا۔ لیکن اس سے قبل اس پر روشنی ڈالنا ضروری ہے کہ دیگر ادیان میں عورت کی میراث کے بارے میں کس قسم کی تعلیمات ہیں تاکہ یہ بات واضح ہوجائے کہ دین اسلام کا نظام میراث سب سے اچھا نظام ہے۔

زمانہ جاہلیت میں عرب کے ہاں عورت کی میراث:

اس زمانہ میں ان کے نزدیک تقسیم میراث کا کوئی مستقل یا خاص نظام نہ تھا، وہ لوگ مشرقی دیگر اقوام کے طریقے پر چلتے تھے۔ وہ اپنی میراث کے حقدار صرف ہتھیار اٹھانے کے قابل مردوں کو سمجھتے تھے، عورتوں اور بچوں کو اس سے کلی طور

محروم رکھتے ہیں، چھوٹی بچیوں کو کبھی کبھار زندہ درگور کردیا جاتا تھا۔اور اگر کوئی مرد مرجاتا تو اس کے گھر کے مرد اس کی بیوی کے مالک اسی طرح بن جاتے جس طرح اس کے ترکہ کے مالک بن جاتے، اس کے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے ساتھ شادی کرلیتے اور اسے کچھ بھی مہر نہ دیتے، یا اپنی مرضی سے اس کی شادی کسی اور کے ساتھ کردیتے،اور مہر خود کھالیتے، یا اگر چاہتے تو عمر بھر اسے بغیر شادی ہی رہنے پر مجبور کرتے، اور کبھی سوتیلا بیٹا بھی اس کے ساتھ جبری شادی کرتا تھااور اس کا مالک اسی طرح بن جاتا جس طرح اپنے باپ کے ترکہ کامالک بن جاتا تھا، قرآن کریم میں اللہ تعالی نے اسی کے رد کے بارے میں فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَى أَنْ تَكْرَهُوا شَيْءًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا﴾[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہیں حلال نہیں کہ زبردستی عورتوں کو ورثے میں لے بیٹھو، انہیں اس لئے روک نہ رکھو کہ جو تم نے انہیں دے رکھا ہے اس میں سے کچھ لے لو، ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کوئی کھلی برائی اور بے حیائی کریں، ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بود بوش رکھو، گو تم انہیں ناپسند کرو لیکن بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو، اور اللہ تعالی اس میں بہت ہی بھلائی کردے۔

عرب کے اس جاہلی دور میں عورت کو بہت ہی کم حالات میں میراث دی جاتی تھی، جیسا کہ قدیم مصریوں اور رومانیوں کے ہاں معروف تھا۔اسلام میں عورت کی میراث: اوپر غیر اسلامی ادیان اور اقوام کا عورت کے ساتھ میراث میں نا مناسب سلوک کا ملاحظہ ہوچکا ہے،اسلام نے عورتوں کے لئے باضابطہ طور میراث میں حق رکھا ہے، جیسے اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيباً مَفْرُوضاً ﴾[2]

اب کچھ مثالوں سے یہ واضح کیا جائے گا کہ کبھی عورت کو مرد کے برابر اور کبھی اس سے بھی زیادہ ترکہ مل جاتا ہے، اور کبھی عورت کو حصہ ملتا ہے جبکہ مرد کو کچھ بھی نہیں ملتا ہے، صرف چار حالات میں عورت کو مرد سے کم حصہ ملتا ہے:

اول: وہ حالات جب عورت اور مرد برابر برابر حصہ پاتے ہیں:

مثال کے طور پر:

1۔والدین (ماں، باپ) کی میراث:

اگر کسی شخص کے وارثین میں فرع (یعنی بچے) اور والدین ہوں تو والدین میں دونوں کو چھٹا چھٹا حصہ ملے گا، جیسے اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ وَلَدٌ ﴾ [3]

اور اگر والدین کے ساتھ ساتھ بیٹا بھی ہو تو باقی اسے ہی ملے گا کیوں کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فهو لأولى رجل ذكر.)) 4

2۔کلالہ کی صورت میں اخیافی (یعنی ماں کی جانب سے) بہن بھائی:

کلالہ کا مطلب یہ ہے کہ جس کا باپ بیٹانہ ہوتو اگر کسی ایسےشخص کے وارثین میں اس کی ماں کی جانب سے دو یا اس سے زیادہ بہن بھائی ہوں تو انہیں ثلث حصہ ملے گا جس میں مرد اور عورت سب برابر شریک رہیں گے، جیساکہ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ﴾[5]

دوم: وہ حالات جب مرد سے زیادہ حصہ عورت کو ملتا ہے:

اگر ہم غور سے دیکھیں توذوالفروض جو کہ 12 ہیں۔انہیں سے 4 مرد ہیں اور آٹھ خواتین ہیں۔

چار مرد: باپ۔جد صحیح [والد کا والد اور اس سے اوپر جتنے ہوں]۔اخیافی بھائی [ماں شریک بھائی۔۔زوج [شوہر]

آٹھ خواتین: 1۔زوجہ [بیوی] 2۔بنت [بیٹی]۔3۔بنت الابن [پوتی] اور اس سے نیچے] 4۔اخت حقیقی، 5۔اخت علاقی، 6۔اخت اخیافی۔ 7۔ماں، 8۔جدہ صحیحہ۔جس کی نسبت الی المیت میں کوئی جد فاسد نہ ہو

سب سے بڑا جواب مخالفین کو یہی ہے کہ اسلام نے مردوں میں سے نصف کو مستحق میراث قرار دے کر ذوی الفروض میں شمار کیا۔جبکہ اس سے دگنا یعنی آٹھ خواتین ذوی الفروض میں شامل ہیں جن کا حصہ مقرر ہے۔کچھ وہ مسائل ہیں جن میں عورت مرد کے مقابلے میں زیادہ حصہ حاصل کرتی ہے۔

مثال کے طور پر:

1۔پہلی صورت:

اگر کسی شخص نے اپنے وارثین میں اپنے پیچھے بیوی، بیٹی، ماں اور ایک سگا بھائی چھوڑا تو کل ترکہ کو چوبیس (24) حصوں میں تقسیم کیا جائے گا جن میں سے تین حصے بیوی کو، چار حصے ماں کو، پانچ حصے سگے بھائی کو، اور بیٹی کو بارہ حصے ملیں گے۔ یہاں پر عورت (یعنی بیٹی) کو مرد (یعنی سگے بھائی) سے زیادہ حصہ ملتا ہے۔

2۔دوسری صورت:

اگر کسی عورت نے اپنے وارثین میں شوہر، بیٹی، سگی بہن چھوڑی تو اس کے ترکہ کو چار حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، جن میں سے شوہر کو ایک حصہ، بیٹی کو دو حصے اور سگی بہن کو ایک حصہ ملے گا۔معلوم ہو کہ یہاں بھی عورت (یعنی بیٹی) کو مرد (یعنی شوہر) سے زیادہ حصہ ملتا ہے۔

سوم: وہ حالات جب عورت کو حصہ ملتا ہے اور مرد کو کچھ نہیں ملتا:

مثال کے طور پر:

1۔پہلی صورت:

اگر کسی مرد نے اپنے وارثین میں ماں، دو بیٹیاں، علاتی (یعنی باپ کی جانب سے) دو بہنیں، اور ایک اخیافی بھائی چھوڑیتو اس کا ترکہ بارہ حصوں میں تقسیم ہوگا جن میں ماں کو دو حصے اور بیٹیوں کو آٹھ حصے (یعنی ہر ایک کو چار چار حصے)، اور دو علاتی بہنوں کو ایک ایک حصہ ملے گا، جبکہ اخیافی بھائی کو علاتی بہنوں کی موجودگی کی وجہ سے کچھ نہیں ملے گا۔

2۔دوسری صورت:

اگر کسی عورت نے اپنے وارثین میں شوہر، بیٹی، بیٹے کا بیٹا، اور ماں باپ چھوڑے تو اس کا ترکہ تیرہ حصوں میں تقسیم ہوگا، جن میں سے ماں کو دو حصے، باپ کو دوحصے، شوہر کو تین حصے، بیٹی کو چھ حصے، جبکہ بیٹے کے بیٹے کے لئے کچھ بھی باقی نہیں بچتا ہے۔

چہارم: وہ حالات جن میں عورت کو مرد سے کم حصہ ملتا ہے:

مثال کے طورپر:

1۔پہلی صورت:

اگر کسی کے ورثاء بیٹا اور بیٹی ہو، تو مرد کو عورت کے دو گنا حصہ ملتا ہے، جیسے اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنْثَيَيْنِ...﴾[6]

یا ورثاء میں اولاد نہ ہو بلکہ بہن اور بھائی ہو ں، تو مرد کو عورت کے دوگنا حصہ ملے گا، جیسے اللہ کا ارشاد ہے:

﴿... وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالاً وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الأُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ أَنْ تَضِلُّوا وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴾[7]

2۔دوسری صورت: زوجین کی میراث:

شوہر کو بیوی سے دوگنا حصہ ملتا ہے، جیسیاگر کوئی عورت مرجائے اور اسے کوئی اولاد نہ ہو تو شوہر کو اس کے ترکہ سے نصف ملے گااور اولاد ہونے کی صورت میں چوتھا حصہ ملے گا جبکہ اگر مرد مرجائے اور اسے کوئی اولاد نہ ہو تو بیوی کو اس کے ترکہ سے چوتھا حصہ ملے گا اور اولاد ہونے کی صورت میں آٹھواں حصہ ملے گا جیسے اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ﴾ [8]

3۔ تیسری صورت:

اگر کوئی مرد اپنے پیچھے ماں، باپ اور ایک بیٹی چھوڑے تو اس کے ترکہ کو چھ حصوں میں تقسیم کیا جائے گا، جن میں سے اس کی بیٹی کو نصف (یعنی تین حصے) اور اس کی ماں کو چھٹا (یعنی ایک حصہ) اور اس کے باپ کو چھٹا (یعنی ایک حصہ) فرضا اور باقی (یعنی ایک حصہ) تعصیبا ملے گا۔اس طرح سے یہاں مرد (یعنی باپ) کو عورت (یعنی ماں) سے دوگنا حصہ ملتا ہے

اب مسئلہ یہ ہے کہ کبھی مرد کو عورت سے دوگنا حصہ کیوں دیا جاتا ہے؟

اس کے کئی اسباب ہیں جیسے: مرد پر کچھ مالی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں جبکہ عورت دینے کے بجائے لیتی ہے جیسے: نکاح کے وقت مہر ہے جو کہ مرد دیتا ہے جبکہ عورت لیتی ہے، اسی طرح نکاح کے بعد نان ونفقہ ہوتا ہے جو کہ مرد پر لازم ہے جبکہ عورت وہاں بھی دینے کے بجائے لیتی ہے۔اسی طرح بچوں کے اخراجات عورت کے بجائے مرد لازمی ہوتے ہیں۔

اس کو ایک جدول کے ذریعے سمجھا جاسکتا ہے۔

دوعورتیں، دومردوں کے مقابلے میں دوگنا حصہ:

12

ورثاء	زوج	پوتی	حقیقی بھائی	اخیافی بھائی	ام
تعداد	1	1	1	4	1
سہام مقررہ	¼	½	عصبہ	م	1/6
سہام	3	6	1	X	2

مذکورہ مسئلے میں پوتی نے زوج کے مقابلے میں دوگنا اور بھائی کے مقابلے میں پانچ گنا زیادہ حصہ لیا۔اسی طرح ماں نے بھی بھائی کے مقابلے میں دوگنا حصہ لیا۔[9]

عورت کو مرد کے مقابلے میں دوگنا حصہ:

6

اخ حقیقی	بیٹیاں	ماں	ورثاء
1	2		تعداد
عصبہ	2/3	1/6	سہام
1	4	1	تقسیم

یہاں پر بیٹیاں دو تہائی حصہ حقیقی بھائی کے مقابلے میں لے لیتی ہیں۔

عورت کے مقابلے میں مرد مجوب ہو گیا:

2

علاتی بھائی	حقیقی بہن	بنت	ورثاء
1	1	1	تعداد
م	عصبہ	½	سہام مقررہ
X	1	1	سہام

یہاں پر علاتی بھائی، حقیقی بہن کے عصبہ ہونے کی وجہ سے مجوب ہو گیا ہے۔[10]

عورت کو مرد کے مقابلے میں دوگنا حصہ سے بھی زیادہ حصہ:

6

حقیقی چچا	اخیافی بہن	ماں	علاتی بہن	ورثاء
1	1	1	1	تعداد
عصبہ	1/6	1/6	½	سہام مقررہ
1	1	1	3	سہام

یہاں پر علاتی بہن مکمل ترکے کا نصف حاصل کر لیتی ہے جبکہ اس کے مقابلے میں حقیقی چچا عصبہ ہونے کی صورت میں صرف ایک حصہ لیتا ہے۔

نتائج بحث:

اسلام عورت کو مختلف حیثیتوں سے وراثت میں حصہ دیتا ہے۔ اسلام کے قانون وراثت میں عورت بیوی، ماں، بیٹی اور کئی دوسری حیثیتوں سے وراثت میں حصہ پاتی ہے۔ لیکن دوسری طرف نہ صرف عورت (بیوی) کی کمائی میں مرد (شوہر) کا کوئی حصہ نہیں ہے، بلکہ مکان خریدنے، گھر کا تمام خرچ ادا کرنے، بیوی اور بچوں کا نان نفقہ، بیوی اور بچوں کے کپڑوں، ان کی تعلیم، نوکروں کی تنخواہوں اور گھر کے دوسرے تمام اخراجات کا ذمہ دار بھی صرف مرد ہی ہے اور عورت پر ان میں سے کوئی بھی ذمہ داری عائد نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ مطالبہ کرے تو گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹانے کے لیے شوہر کو نوکر بھی رکھنا پڑے گا (بشرطیکہ وہ اخراجات اُٹھا سکتا ہو)۔ حتیٰ کہ اگر عورت کسی وجہ سے اپنے میکے چلی جائے اور شوہر لینے نہ جائے تو وہاں بھی رہنے اور نان نفقہ کے اخراجات شوہر کو ہی ادا کرنا پڑتے ہیں۔ طلاق کی صورت میں بھی عدّت کے ایام میں عورت کے اخراجات کی ذمہ داری اسلام شوہر پر ڈالتا ہے اور عدت ختم ہوتے ہی عورت کو دوسری شادی کی اجازت دیتا ہے۔ بیوی کو باپ کے گھر لے جانا اور اس کے اخراجات برداشت کرنا بھی شوہر کے ذمے ہے۔

ان اخراجات کے علاوہ مختلف قسم کے معاشی اور معاشرتی اُمور کا سامنا کرنا، تقریبات، جنازے، شادیاں، صلح وغیرہ اور بے شمار دیگر امور سرانجام دینا بھی مرد کی ذمہ داری ہے اور ان سے متعلق تمام اخراجات بھی اسی کے ذمے ہیں۔

شادی سے پہلے یا بعد میں عورت کے مال اور کمائی پر قانونی حق صرف اسی کا ہے، جب کہ مرد کے مال اور کمائی میں خاندان کے کئی افراد کا نہ صرف حق ہے بلکہ مرد پر اس کی ادائیگی فرض ہے۔ عورت اگر بیٹی ہے تو معاشی ذمہ داری باپ کی، بہن ہے تو بھائی کی، دونوں میں سے کوئی نہیں تو قریب ترین مردوں (مثلاً چچا وغیرہ) کی، ماں ہے تو بیٹوں کی اور بیوی ہے تو شوہر کی۔

ذمہ داریوں کی اس تقسیم کو جاننے کے بعد ایک معمولی عقل رکھنے والا شخص بھی اس بات کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ وراثت میں عورت کے مقابلے میں مرد کا حصہ کیوں زیادہ رکھا گیا ہے؟

اسلام جس طرح عورت پر مالی ذمہ داریاں ڈالے بغیر اس کے لیے آمدنی کے اتنے راستے کھولتا ہے اور اس کے سرمایے کے تحفظ کے لیے اتنے اقدامات تجویز کرتا ہے، کیا دنیا کے کسی نظام میں بھی ایسی کوئی مثال ہے؟

اگر کوئی فرد بغیر کسی تعصب کے، دل کی نگاہ سے اس مسئلے کو سمجھنے کی کوشش کرے تو وہ بلاتردّد اس بات کو مان لے گا کہ اسلام کے اس قانون پر کسی اعتراض کی کوئی گنجایش نہیں۔ اگر وہ مردوں اور عورتوں کی معاشی، معاشرتی اور دوسری ذمہ داریوں اور پوری صورت حال کو سامنے رکھے تو اسے یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ آجائے گی کہ اسلام میں وراثت کی تقسیم جنس کی بنیاد پر نہیں بلکہ مخصوص ذمہ داریوں کی وجہ سے انتظامی بنیاد پر ہے۔ اور وراثت کی یہ تقسیم عین عدل وانصاف کا تقاضا ہے۔ دیکھنے کی بات تو یہ ہے کہ اسلام نے عورت پر کتنا احسان کیا ہے اور اس کو کتنی اہمیت دی ہے کہ اس پر کوئی معاشی ذمہ داری نہیں ڈالی مگر پھر بھی اس کے لیے نہ صرف وراثت میں حصہ مقرر کیا، بلکہ اس کے لیے سرمایے کے حصول اور اس کے تحفظ کے کئی ذرائع متعین کیے اور اسے اپنے اس 'محفوظ سرمایے' کے استعمال میں کلّی طور پر خود مختار بھی بنا دیا۔ حتیٰ کہ اس کے شوہر پر بھی یہ پابندی لگا دی کہ وہ بیوی کی اجازت کے بغیر اس کا سرمایہ استعمال نہیں کر

سکتا، جب کہ بیوی ضرورت کے مطابق شوہر کے مال سے خرچ کرنے کی مجاز ہے۔ اس کے باوجود اگر وراثت میں عورت کے حصے پر اعتراض اُٹھایا جائے اور اسلام کو تنقید کا نشانہ بنایا جائے ____ تو یہ مبنی بر انصاف نہیں ہو گا؟

خلاصہ بحث:

معلوم ہوا کہ یہ کہنا کسی طرح درست نہ ہو گا کہ دین اسلام نے عورت پر تقسیم میراث میں اس طرح ظلم کیا ہے کہ مرد کو عورت سے دو گنا حصہ ملتا ہے۔ دین اسلام نے ہمیشہ مرد کو عورت سے دو گنا حصہ نہیں دیا بلکہ:

1۔ صرف چار حالات میں مرد کو عورت سے دو گنا حصہ ملتا ہے۔

2۔ اور ان چار حالات سے زیادہ حالات میں عورت کو مرد کے برابر حصہ ملتا ہے۔

3۔ دس سے زیادہ حالات میں عورت کو مرد سے بھی زیادہ حصہ ملتا ہے۔

4۔ کئی حالات میں عورت کو حصہ ملتا ہے جبکہ اس کے برعکس مرد کو کچھ نہیں ملتا ہے۔

میراث میں ایسی بیسیوں صورتیں موجود ہیں کہ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی عورت، مرد کے مساوی حصہ لیتی ہے کبھی عورت مرد کے مقابلے میں دوگنا حصہ لیتی ہے۔ اور کبھی عورت مرد کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ وصول کر لیتی ہے۔ اور کبھی عورت کی وجہ سے مرد مجوب ہو جاتا ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسی درجے کی خاتون مسئلے میں حصہ وصول کر لیتی ہے۔ جبکہ عین ایسی ہی صورت میں اسی درجے کا مرد مجوب ہو رہا ہوتا ہے۔ مگر معترضین تصویر کا صرف ایک رخ دیکھتے ہیں اور آیت کا ایک حصہ اٹھا کر اس کی وجہ اعتراض قرار دیتے ہیں جب کہ اسی آیت میں اور اس سے متصل آیات میں مرد و عورت جبکہ ماں باپ ہوں تو ان کو برابر سدس [چھٹا حصہ] ملتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

[1] النساء:19

[2] النساء:7

[3] ایضا:11

[4] بخاری، ابو عبداللہ، محمد بن اسماعیل الجامع الصحیح، کتاب الفرائض، دار السلام والنشر والتوزیع، الریاض، 2000ء، رقم:6735

[5] النساء:12

[6]۔ النساء:11

[7] النساء:176

[8] النساء:12

[9] محمد خلیل اللہ، خلاصۃ السراجی، مکتبہ تفسیریہ جامعہ تفسیریہ، شمس العلوم، رحیم یار خان، ص67

[10] عبد الرحیم، الدکتور، تنظیم الاسرۃ فی التراث الاسلامی، مکتبہ دار السلام، بیروت، 1998ء، ص79